مقاماتِ مظہری

تالیف : حضرت شاہ غلام علی دہلوی

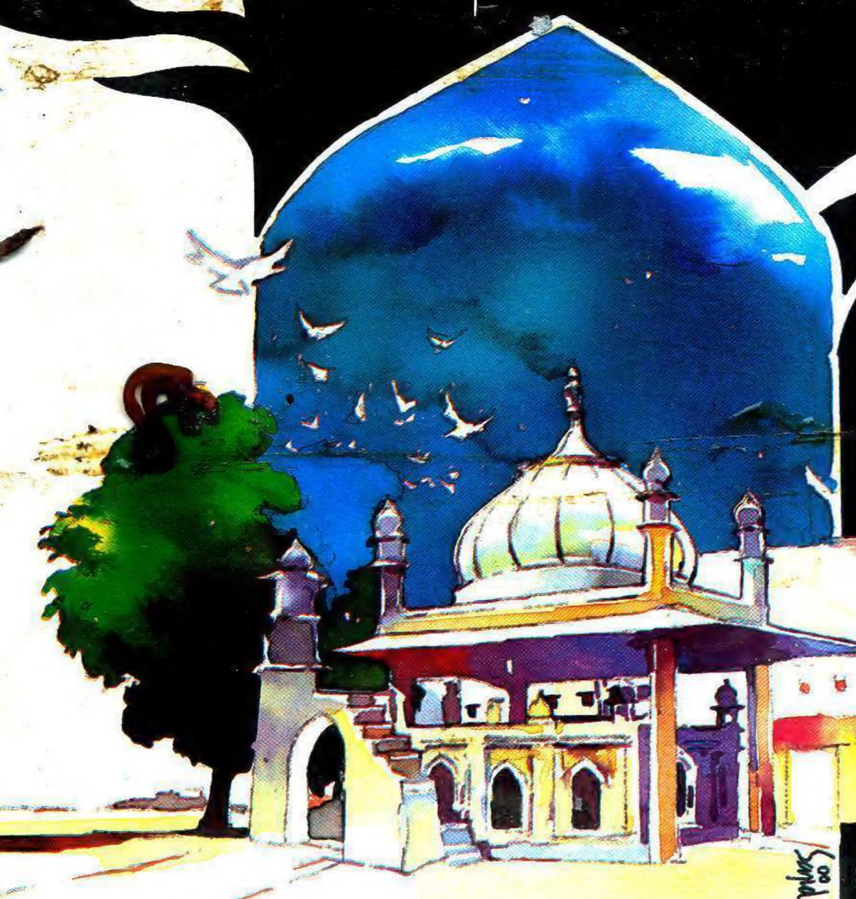

تحقیق و تعلیق و ترجمہ : محمد اقبال مجددی

اردو سائنس بورڈ

مقاماتِ مظہری

بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی :

"اس وقت حضرت میرزا جان جاناں کی مثل دنیا کے کسی اقلیم اور شہر میں نہیں ہے .... شاید مرحومین میں بھی نہ ملے ، بلکہ زمانے کے ہر حصے میں ایسے عزیز الوجود لوگ کم ہوتے ہیں ۔"

(مقاماتِ مظہری ۲۸۵ ، انفاس الاکابر ۲۴)

لائبریری کیٹلاگ کارڈ

غلام علی دہلوی ، شاہ

مقاماتِ مظہری (احوال و مقامات ، ملفوظات و مکتوبات

حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہیدم ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء ۰۰۰) لاہور :

اردو سائنس بورڈ ۲۰۰۱ ء

۴۰۷ ص

۱۔ مظہر ، جان جاناں ، میرزا

۲۔ سلطنت مغلیہ

۳۔ تصوف ـــــ ہندوستان

ا۔ محمد اقبال مجددی ، مترجم

اا۔ عنوان

۹۲۲ ، ۹۷

مقاماتِ مظہری

احوال و ملفوظات و مکتوبات

حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ

۱۱۱۱ھ / ۱۷۰۰ء — ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء

تالیف

حضرت شاہ غلام علی دہلوی

تحقیق و تعلیق و ترجمہ

محمد اقبال مجددی

اردو سائنس بورڈ
299 - اپر مال، لاہور

سلسلہ مطبوعات نمبر 175
جملہ حقوق بحق اردو سائنس بورڈ لاہور

طبع دوم : 2001ء
قیمت : -/300 روپے

ناشر

محمد اکرام چغتائی
ڈائریکٹر جنرل، اردو سائنس بورڈ
299- اپر مال، لاہور

ISBN - 969 - 477 - 055 - 6

مطبع : میو آرٹ پریس، 48 لوئر مال، نزد سیشن کورٹ، لاہور

محسوس ہو رہے تھے ۔

حضرت مجدد الف ثانی اور آپ کی اولاد و خلفاء نے اس کے مسموم اثرات کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور جہانگیر سے اورنگ زیب کے عہد تک وہ "تخم الحاد" جس کا بیج اکبر نے بویا تھا ، بار آور نہ ہو سکا ، اگرچہ اس نے دارا شکوہ کی فطرت میں متشکل ہونے کی سعی کی لیکن اورنگ زیب جیسے دور اندیش اور دین پناہ بادشاہ نے اس کی کوشش کو ناکام بنا دیا (۲۷۶)۔

لیکن اورنگ زیب کے مرتے ہی جہاں سیاسی و اقتصادی مسائل و مصائب انسانی اعصاب پر سوار ہوئے وہاں اسلامی یکجہتی کو پارہ پارہ کرنے والی دشمن طاقتوں نے پھر سے وہ لایعنی مبحث شروع کر دیے ۔ جنہیں روکنے کی مصلحین امت نے انتہائی کوشش کی تھی ۔ ان حالات کا شاہ ولی اللہ نے نہایت حکیمانہ تجزیہ کیا ہے ۔ وہ سلطنت کے زوال کے اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس سوسائٹی میں اقتصادی توازن نہ ہو وہاں طرح طرح کے روگ پیدا ہو جاتے ہیں اور مذہب بھی اپنا اچھا اثر نہیں ڈال سکتا (۲۷۷) ، نیز انہوں نے مسلم معاشرے کے زوال کا سبب مذہبی شعائر سے بے اعتنائی اور علوم دینیہ سے لاتعلقی قرار دیا ہے (۲۷۸)۔

خود حضرت شاہ ولی اللہ نے اس دور کی مذہبی بے راہ روی کی بہت سی مثالیں لکھی ہیں ۔ ان میں سے بعض ملخصاً درج کی جاتی ہیں جو آپ کی کتاب تفہیمات سے لی گئی ہیں :

> تم نمازوں سے غافل ہو ... کوئی اپنے کاروبار میں اتنا مشغول ہوتا ہے کہ نماز کے لیے وقت ہی نہیں پاتا ، اور کوئی اپنی تفریحوں اور خوش گپیوں میں اتنا منہمک ہوتا ہے کہ نماز فراموش ہو جاتی ہے ۔
>
> تم زکوٰۃ سے غافل ہو ... تم میں کوئی مال دار ایسا نہیں جس کے ساتھ بہت سے کھانے والے لگے ہوئے نہ ہوں وہ ان کو کھلاتا اور پہناتا ہے ، مگر زکوٰۃ و عبادت کی نیت نہیں کرتا ۔ تم رمضان کے روزے بھی ضائع کرتے ہو اور اس کے لیے طرح طرح کے بہانے بناتے ہو ... چاہیے کہ تم اپنی شہوانی خواہشوں کو نکاح کے ذریعہ پورا کرو ، خواہ تمہیں ایک سے زیادہ

نکاح کیوں نہ کرنا پڑیں . . . .

اے بنی آدم ! تم نے ایسی فاسد رسمیں اختیار کرلی ہیں جن سے دین متغیر ہوگیا ہے (۲۷۹)۔

حضرت مظہر اپنے دور کے مذہبی ماحول کا تجزیہ اس طرح کرتے ہیں :

ان ایام میں لوگوں کے لیے احکام خداوندی پر عمل اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنا مشکل ہوگیا ہے ۔ معاملات تباہ ہوگئے اور شریعت کے مطابق عمل موقوف ہوگیا ہے ' اگر کوئی روایت فقہ کے مطابق اور فتویٰ ظاہر پر عمل کرے اور امور جدیدہ اور بدعات سے اجتناب کرے تو یہ بہت ہی غنیمت ہے (۲۸۰)۔

سلاطین اسلام کے عہد کا ایک اہم عہدہ محتسب شہر بھی ہوتا تھا جو اپنے علاقے کی اخلاقی اقدار کے تحفظ کا ذمہ دار تھا ۔ یہ محتسب اٹھارھویں صدی میں بھی موجود تھے لیکن جب سلاطین و امراء خود لہو و لعب میں مستغرق ہوں تو محتسب عوام سے باز پرس کیسے کرسکتا ہے ۔

مرقع دہلی میں اس دور کی مذہبی بے راہ روی اورعیش کوشی کے واقعات تفصیل سے لکھے گئے ہیں عیش و عشرت کے کئی واقعات کےضمن نواب صاحب نے لکھا ہے کہ امراء و عوام محتسب کی پروا کیے بغیر دادعیش میں مصروف ہیں ۔یہاں تک کہ اس دور کےمحتسب میں قوت احتساب ہی نہیں رہی :

قدرت احتساب درخود نمی یابد (۲۸۱)۔

اس قسم کے اقدام سے بعض صوبوں میں مسلمانوں کی زندگی انتہائی تلخ ہوگئی تھی ۔ حضرت مظہر کے معاصر جید عالم شاہ عنایب قادری قصوری (۲۸۲) نے بعض علاقوں کو غلبہ ، ہنود کے باعث دارالحرب قرار دیا تھا (۲۸۳)۔حضرت مظہر کے خلیفہ ، اجل قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں اسلام ضعیف ہوچکا ہے ۔ کفر کےظہور اورمغلوبی اسلام کا دور دورہ ہے ۔ بادشاہوں میں جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ کی سکت نہیں رہی (۲۸۴)۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے بادشاہ کے نام ایک مکتوب میں واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ جاٹوں کے زیر اثر علاقوں میں کسی کو اذان دینے کی مجال نہیں ہے (۲۸۵)۔

اسی قسم کے حالات سے مکمل آگاہی کے بعد حضرت مظہر نے تبصرہ کرتے

ہوئے اپنے ایک خط میں لکھا ہے کہ اس وقت سارا ہندوستان "کفرستان" بن گیا ہے:

ہر چہار طرف کفرستان است (۲۸۶)۔

اس غلبہ کفر میں مسلمان اپنی جان و مال اور آبرو تو کھو ہی بیٹھے تھے لیکن وہ اپنی جداگانہ ملی حیثیت بھی فراموش کرنے لگے تھے ۔ اس دور کے بہت سے با اثر مسلمان ہندو اور مسلم میں صرف لفظی فرق خیال کرتے تھے ۔ صوفیہ خام نے وحدت الوجود کے فلسفہ کو ہندو مت کے ساتھ ملا کر اسے وحدت ادیان سے قریب تر کردیا تھا (۲۸۷)۔

علماء وصوفیہ کی حالت :

اس مذہبی بے راہ روی کے دور میں علماء و صوفیہ جن کا مقصد حیات سلاطین ، امراء وعوام کی اصلاح تھا ، خود ان کی حالت افسوسناک تھی ۔یہاں اس ماحول کا تذکرہ اس لیے کیا جا رہا ہے تاکہ قارئین حضرت مظہر اور دیگر راسخ العقیدہ علماء و صوفیہ کی دعوت و عزیمت کی کوششوں کو بآسانی سمجھ سکیں ۔

حضرت مظہر کے معاصر اور اس عہد کے سب سے بڑے عالم حضرت شاہ ولی اللہ نے علماء ، فقہاء اور واعظوں کو خطاب کرکے جس طرح انہیں خواب غفلت سے بیدار کرنے کی کوشش کی ہے ، اس سے اس دور کے علماء کی افسوس ناک حالت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ، فرماتے ہیں :

> اے بدعقلو ! جنہوں نے اپنا نام "علما" رکھ چھوڑا ہے ۔تم یونانیوں کے علوم میں ڈوبے ہوئے ہو ، اور صرف ونحو و معانی میں غرق ہو اور سمجھتے ہو کہ یہی علم ہے ، یاد رکھو ! علم یا تو قرآن کی کسی آیت محکم کا نام ہے یا سنت ثابتہ قائمہ کا ... لیکن ان دنوں جن چیزوں میں تم الجھے ہوئے ہو اور جس میں سر کھپا رہے ہو اس کو آخرت کے علم سے کیا واسطہ یہ دنیا کے علوم ہیں ... علم کا پڑھنا تو اسی لیے واجب ہے کہ اس کو سیکھ کر مسلمانوں کی بستیوں میں اسلامی شعائر کو رواج دو ، لیکن تم نے دینی شعار اور اس کے احکام کو تو پھیلایا نہیں ... تم

نے اپنے حالات سے عام مسلمانوں کو یہ باور کرا دیا ہے کہ علماء کی بڑی کثرت ہو چکی ہے ' حالانکہ ابھی کتنے بڑے بڑے علاقے ہیں جو علماء سے خالی ہیں اور جہاں علماء پائے جاتے ہیں وہاں بھی دینی شعار کو غلبہ حاصل نہیں ہے ... تم لوگوں کو جعلی اورگھڑی ہوئی حدیثوں کا وعظ سناتے ہو ' اللہ کی مخلوق پر تم نے زندگی تنگ کردی ہے ' حالانکہ تم تو اس لیے پیدا کیے گئے تھے کہ لوگوں کو آسانیاں بہم پہنچاؤ گے (۳۸۸)۔

شاہ ولی اللہ کے اس خطاب سے اس دور کی مذہبی فضا اور علماء کی زندگی واضح طور پر سامنے آ جاتی ہے کہ کس طرح علماء اپنے منصب کی حقیقت کو فراموش کر کے یونانی علوم کی ترویج اور صرف و نحو میں مستغرق تھے ۔

شاہ صاحب اس عہد کے فقہا کے بارے میں فرماتے ہیں :

اس زمانہ میں فقیہ اس شخص کا نام ہے جو باتونی ہو زور زور سے ایک جبڑے کو دوسرے جبڑے پر پٹکتا ہو ' جو فقہا کے اقوال قوی ہوں یا ضعیف سب کو یاد کرکے بغیر اس امتیاز کے کہ ان میں سے کس میں قوت ہے ' کس میں نہیں ہے وہ انہیں اپنے جبڑوں کے زور سے چلتا کرتا ہے ... فقہا جو پہلے عوام کے مطلوب تھے اب یہی عوام کے طالب ہو گئے اور سلاطین اور بادشاہوں سے الگ رہنے کی وجہ سے جو معزز شمار کیے جاتے تھے ' اب بادشاہوں کے آستانوں پر جھک کر ذلیل و خوار ہو رہے ہیں (۳۸۹) ....۔

اگر احبار یہود کی حالت دیکھنا چاہو ' تو آج کل کے علماء کو دیکھ لو اور اگر عیسائیوں کا نقشہ دیکھنا چاہتے ہو تو آج کل کے مشائخ کے سامنے بیٹھ کر کھینچ لو (۳۹۰)۔

بے شک اس عہد میں صوفیہ عام کی حالت بھی بہت ہی افسوس ناک تھی ۔ کئی درویشوں کے افعال میں جوگیوں کا اثر نظر آتا ہے ۔ سید عبدالولی عزت نے داڑھی اور بھنویں منڈوا کر جوگیوں کی وضع اختیار کرلی تھی ۔ اس طرح مرزا گرامی ' لباس صوفیہ کے باوجود قلندر مشرب اور ہر مذہب کو پسند کرتے تھے (۳۹۱)۔ کئی

صوفیہ ہندوؤں کو اعلانیہ مرید کرتے تھے ۔ چنانچہ شاہ آل محمد (ف ۱۱۶۴ ھ) کے کئی ہندو مرید تھے ۔ ان میں جیون بیراگی ' کشن داس اور شامی کے نام ملتے ہیں ۔

دہلی کے ایک صوفی خواجہ محمد اشرف کے گھر پر بسنت کا میلہ ہوتا تھا ۔ شہر کے خواص وہاں مدعو ہوتے تھے ۔ نامی رقاصائیں کیسری لباس زیب تن کرکے وہاں برائے رقص آتی تھیں (۲۹۲)۔ اسی طرح شاہ کمال الدین حسین صوفیانہ زندگی بسر کرتے تھے لیکن راجہ بلاس رائے کے دربار سے وابستہ تھے (۲۹۳)۔

شاہ وارث الدین کے گھر میں اکثر راگ و رنگ کی محفلیں منعقد ہوتی تھیں (۲۹۴)۔

مجنون نانک شاہی کی حرکات ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لیے جاذب نظر تھیں (۲۹۵)۔ شاہ کمال دہلوی خرقہ پوشی ' نفاست لباس ' پر تکلف خوراک میں بے نظیر تھے ۔ وجد و سماع کے حد سے زیادہ شائق تھے ۔ وہ "اصطلاحات تصوف اور استعارات مشائخ" کو رنگین پیرایہ ، بیان میں سناتے تھے (۲۹۶) ۔ شاہ غلام محمد راول پورہ (نواح دہلی) سماع کے اس قدر شائق تھے کہ قوال ان کے ہاں ملازم تھے (۲۹۷)۔

' خانقاہی نظام ' جو کہ مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا بہت بڑا منبع تھا ' تباہ ہوگیا تھا ۔ مرقع دہلی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں مزارات عیاشی کے اڈے بن کر رہ گئے تھے ۔ بسنت کے روز عوام و خواص قدم حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم (دہلی) کے مقام پر جمع ہوتے تھے ۔ قوالی ' مجرا اور پری پیکر نازنین بھی شامل ہوتی تھیں ۔ یہاں سے فارغ ہوکر لوگ مع ساز و سامان راگ و رنگ ' دیگر مزارات پر جاتے تھے (۲۹۸)۔

بزرگان دین کے عرس محض ان کی یاد تازہ کرنے اور ان کی تعلیمات کے پرچار کے لیے کیے جاتے تھے لیکن اس دور کے اکثر عرس لہو و لعب کا مرکز بن کر رہ گئے ۔ دہلی کے تقریباً ہر عرس پر موسیقار بکثرت جاتے تھے اور موسیقی سے لطف اندوز ہونے کے لیے جانے والوں کا یہ عالم تھا کہ صبح سے وہاں پہنچ کر نشست پر قبضہ کیا جاتا تھا بصورت دیگر انہیں وہاں جگہ ہی نہیں ملتی تھی (۲۹۹)۔

جتا قوال نہ صرف عرسوں بلکہ مجالس صوفیہ کی جان تھا (۴۰۰)۔ حضرت مظہر نے اس دور کی عورتوں کی جہالت اور مذہب سے بے گانگی کا بھی ذکر کیا ہے ۔ وہ بزرگوں کے نام پر روزے بھی رکھتی تھیں (۴۰۱)۔

جہلا اولیا کے مزارات پر حج کے ارادہ سے جاتے تھے ۔ اور انہوں نے ان کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا (۴۰۲) اس بے راہ روی کے بقیہ اثرات زائل کرنے کے لیے چودھویں صدی ہجری کے عظیم فقیہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کو عورتوں کے عرسوں میں شمولیت اور مزارات پر جانے کے عمل کو غیر شرعی قرار دینا پڑا (۴۰۳)۔

ان حالات میں حضرت مظہر اور حضرت شاہ ولی اللہ نے صوفیہ پر کڑی تنقید کی (۴۰۴)۔

تعلیم سلوک کا معیار بھی بہت گر گیا تھا ۔ حضرت مظہر لکھتے ہیں :

> (کشف کی) یہ غلطیاں خصوصاً اس دور میں بہت رواج پا گئی ہیں کیوں کہ پیروں میں کشفی نسبت بہت کمیاب ہے ۔ پھر مریدین بھی ضعف ہمت کے باعث اجازت ارشاد اور بشارات کے لیے بے چین رہتے ہیں (۴۰۵)۔

حضرت مظہر نے ایک اور مقام پر اپنے زمانے کا تیس سال پہلے کے روحانی عروج سے تقابل کیا ہے :

> اس آخری زمانہ میں مقامات سلوک کے لیے استعدادیں کوتاہ ہوگئی ہیں جو مقصود تک پہنچانے سے معذور ہیں ۔ لیکن تیس سال پہلے طالبوں کی سیر میں سرعت تھی ان کا کشف و وجدان بھی درست ہوتا تھا (۴۰۶)۔

یہ حقیقت ہے کہ اس دور کے علماء و صوفیہ صدہا قسم کی گمراہیوں میں مبتلا تھے اور ان کی حرکات کا اثر ہر کس و ناکس پر پڑتا تھا ۔ بقول پروفیسر نظامی :

> اس قسم کے صوفیہ نے مذہبی تعلیم کو مسخ کرنے کے ساتھ ساتھ ، ملت کے قوائے عمل کو بھی شل کر دیا تھا (۴۰۷)۔

اس عہد کے راسخ العقیدہ صوفیہ خصوصاً حضرت مظہر نے ایسے صوفیہ کے خلاف آواز بلند کی اور تصوف کی صحیح اسلامی روح کو پیش کرنے کی سعی کی ۔

صوفیہ کی اصلاحی کوششیں :

پاکستان و ہند کی معاشرتی تاریخ کے مختلف پہلوؤں پر غور و فکر کرنے والے